تذکار مسیح الامت

از جناب مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب خبیب رومی مفتی مدرسہ مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

قسط اول :-

حضرت مسیح الامت کی رحلت پر جناب الحاج مفتی محمد تقی صاحب عثمانی نے "حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب قدس سرہ کی وفات" کے عنوان سے جو مضمون تحریر فرمایا ہے۔ اس پورے مضمون سے بعض حواشی کے اضافہ کیساتھ تذکار مسیح الامت کا آغاز ہے سر دست اس کی پہلی قسط نذر ناظرین بالتمکین ہے۔ صاحب مضمون نے مولانا عثمانی کے مقالہ کو اس کی اہمیت کے پیش نظر ان کے نام کے ساتھ ہی اپنے مضمون میں شامل کرلیا ہے۔

حضرت مولانا محمد مسیح اللہ صاحب قدس سرہ کی وفات

از جناب مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی

حمد و ستائش اس ذات کے لئے جس نے اس کارخانہ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دنیا میں حق کا بول بالا کیا

۱۶[ے] جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۹۲ء کی تاریخ دین اور علم دین سے تعلق رکھنے والوں کے لئے جس جانکاہ حادثے کی خبر لیکر آئی وہ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہ کے خلیفہ اجل حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خاں صاحب قدس سرہ

ے صحیح ۱۷ جمادی الاولی ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۲ نومبر ۱۹۹۲ء شب جمعہ ہے ۱۲ منہ

کی وفات حسرت آیات کا حادثہ تھا، حضرت قدس سرہٗ کی ذات اِس وقت ایک ایسا چشمۂ فیض تھی جس سے نہ صرف برِصغیر بلکہ افریقہ، یورپ اور امریکہ کے دور دراز علاقوں کے مسلمان مستفید ہو رہے تھے، جس نے اس انحطاط پذیر زمانے میں اتباعِ سنت پر مبنی دین کی خالص اور بے غل وغش فہم کو عملی صورت میں مجسّم کر کے دکھایا۔ اور جس نے شریعت و طریقت کا حسین امتزاج اپنے قول و فعل اور تعلیم و تربیت کے ذریعے عام کر کے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کے فیوض کو زندہ و تابندہ رکھا ــــــ آج یہ مقدس وجود ہم سے جدا ہو گیا، اور ہم اس دریائے فیض سے محروم ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ نے گزشتہ صدی میں تجدید و احیائے دین کے سلسلے میں جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے۔ اُن کا ایک حصّہ یہ بھی تھا کہ اپنی تعلیم و تربیت اور ارشاد و اصلاح کے ذریعے اپنے ایسے خلفاء کی ایک بڑی جماعت تیار کی جو اپنے شیخ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے، اور جن کا مزاج و مذاق حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی تعلیمات کا جیتا جاگتا نمونہ تھا، ان خلفاء نے حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ کی وفات کے بعد بھی اصلاح و ارشاد کا یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اور چار دانگِ عالم میں اپنے فیوض پھیلائے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ نفوس قدسیہ بھی راہیٔ آخرت ہوئے۔ پاکستان میں اس سلسلۃ الذہب کی آخری کڑی حضرت مولانا فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، اور اُن کی وفات کے بعد صرف ہندوستان میں حضرت حکیم الامت رح کے دو خلفاء باقی رہ گئے تھے۔ ایک حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب قدس سرہٗ اور دوسرے حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہم العالی۔ اب حضرت مولانا رح بھی ہم سے رخصت ہو گئے، اور اب حضرت حکیم الامت رح کے خلفاء میں سے صرف حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہم باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انکا سایۂ رحمت ہم پر تادیر بعافیت سلامت رکھیں۔ آمین ثم آمین۔ عـہ

عـہ مجازِ بیعت تو صرف حضرت مولانا ہردوئی ہی باقی ہیں۔ البتہ مجازین صحبت میں سے ابھی دو حضرات بقیدِ حیات ہیں (۱) حضرت مولانا حکیم عبدالرشید محمود ننّو میاں صاحب گنگوہ ضلع سہارنپور یو۔ پی، ہند (۲) حضرت مولانا مفتی محمود داؤد یوسف صاحب رنگون (برما)

تذکار مسیح الامت

از جناب الحاج مولانا عبدالقدوس صاحب خبیب اولی مفتی مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور (مؤلف)

(قسط دوم)

مندرجہ بالا عنوان کے تحت جناب مفتی صاحب جو تفصیلی مضمون تحریر فرما رہے ہیں گذشتہ شمارہ سے موصوف نے اس کا آغاز مولانا تقی عثمانی کے مضمون سے کیا ہے. چنانچہ اس کی قسط اول کی ابتداء میں لکھا گیا تھا "صاحب مضمون نے مولانا عثمانی کا مقالہ اسکی اہمیت کے پیش نظر ان کے نام سے ساتھ ہی اپنے مضمون میں شامل کر لیا ہے" گویا ابتداء اپنے مضمون کا جزو بنالیا ہے اسلئے اس قسط میں بھی مولانا تقی صاحب ہی کا مضمون برائے اشاعت موصول ہوا ہے اس میں حاشیہ مفتی صاحب کا ہے۔ (مدیر)

حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خاں صاحب قدس سرہٗ حضرت حکیم الامت رح کے ان خلفاء میں سے تھے جنہوں نے سالہا سال اپنے شیخ کی صحبت اٹھائی اور ان کے رنگ کو اپنی زندگی میں اس طرح جذب کیا کہ ان کا وجود اپنے شیخ کی زندہ یادگار بن گیا ع

حضرت کو بچپن ہی سے عبادات و طاعات کا خاص ذوق تھا بچپن ہی میں نوافل تہجد اور ذکر کے عادی ہوگئے تھے آپ کے ایک رشتہ دار مولانا محمد الیاس صاحب حضرت شیخ الہندؒ سے بیعت تھے آپ اکثر ان کی صحبت میں بیٹھا کرتے تھے اور انہی کے ذریعے آپ کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی قدس سرہٗ کے

ع آپ علی گڈھ کی ایک بستی سرائے برلہ میں پیدا ہوئے حضرت اپنی تاریخ ولادت کے سلسلہ میں فرمایا کرتے تھے بالتعیین تاریخ ولادت کہیں لکھی ہوئی نہیں ہے البتہ اندازہ یہ ہے کہ ۱۳۲۹ھ یا ۱۳۳۰ھ ہے اس لحاظ سے آپ کی عمر شریف ۸۳ یا ۸۴ سال کی ہوئی ہے) آپ کے والد ماجد حکیم [illegible] خاں صاحب شیروانی خاندان کے چشم و چراغ اور اپنے علاقہ میں بڑے با اثر اور معزز سمجھے جاتے تھے۔

مواعظ مطالعے کے لئے میسر آئے جس کے نتیجہ میں آپ کو حضرت حکیم الامتؒ سے غائبانہ طور پر ہی خصوصی محبت و عقیدت پیدا ہو گئی۔

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن ہی کے ایک سرکاری اسکول میں درجہ ششم تک حاصل کی اور اس کے ساتھ بہشتی زیور اور حضرت حکیم الامتؒ کے مواعظ کا مطالعہ جاری رکھا، اسکول میں آپ ہمیشہ ممتاز نمبروں سے کامیاب ہوتے رہے لیکن طبیعت چونکہ ابتداہی سے دینی تعلیم کی طرف راغب تھی اسلئے کچھ عرصہ کے بعد والد صاحب نے آپ کا طبعی رجحان دیکھتے ہوئے آپ کو فارسی اور عربی کی تعلیم شروع کرا دی۔ ابتدا سے مشکوٰۃ شریف تک کی تعلیم آپ نے اپنے وطن ہی میں حاصل کی آپ کے اس وقت کے اساتذہ میں حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ جن سے حضرتؒ نے مشکوٰۃ سمیت درس نظامی کی بہت سی کتابیں پڑھیں لیکن یہ عجوبہ بھی استاد اور شاگرد دونوں کے انتہائی اخلاص اور دونوں کے مقام بلند کا کرشمہ ہے کہ بعد میں جب شاگرد کو حضرت حکیم الامتؒ سے بیعت وارشاد کی اجازت حاصل ہوئی تو استاد نے اپنی اصلاح کیلئے شاگرد سے رجوع کیا اور حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ نے اپنے شاگرد رشید حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔

اللہ اکبر! ایک طرف حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحبؒ کے مقام کا اندازہ لگائیے کہ ان کے استاذ نے بیعت ارشاد کیلئے اُن کا انتخاب کیا اور دوسری طرف حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحبؒ کے اخلاص اور بے نفسی کا عالم دیکھئے کہ اپنے شاگرد کو اپنا شیخ طریقت بنانے میں کوئی حجاب مانع نہیں ہوا، باوجودیکہ وہ خود حضرت تھانویؒ کی طرف سے مجاز صحبت قرار دئے جاچکے تھے سچ ہے کہ جب دل میں فکر آخرت پیدا ہوتی ہے، اور انسان کو اپنی اصلاح کی فکر دامنگیر ہوتی ہے تو رسوم و قیود کے سارے بندھن ٹوٹ جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کی فکر انسان کے سینے میں بنے ہوئے خود پسندی کے تمام بتوں کو پاش پاش کر ڈالتی ہے، پھر اندر سے اللہ کی بندگی میں ڈوبا ہوا وہ انسان ابھرتا ہے جسکی پاکیزگی اور تقدس پر فرشتے رشک کرتے ہیں، اور جسکی لغت میں نام و نمود، ذاتی شہرت پسندی اور عجب و کبر کے الفاظ

نہیں ہوتے۔ پھر اس کے سیرت و کردار کی مہک ہر اس شخص کو معطر کرتی ہے جو اس سے چھو کر گذر جائے، لیکن اس بھری پُری دنیا میں عظمتِ کردار کے ایسے پیکر خال خال ہی وجود میں آتے ہیں۔

بہرکیف! حضرتؒ نے اپنا زمانۂ طالب علمی اس طرح گذارا کہ اساتذہ و اقران کی ذہانت، ذکاوت اور متانتِ کردار کے معترف بنے رہے، والد صاحب بھی آپ کی نیکی کا اس درجہ احترام کرتے تھے کہ اپنے اس بیٹے سے اپنے حقے کی چلم کبھی نہیں بھروائی، حضرتؒ نے بعض مرتبہ والد کی خدمت کے شوق میں یہ کام کرنے کی کوشش کی، لیکن والد صاحب نے سختی سے انکار کر دیا۔

حضرتؒ نے مشکوٰۃ تک تعلیم اپنے وطن میں حاصل کرنے کے بعد دورۂ حدیث کیلئے دارالعلوم دیوبند کا رُخ کیا اور وہاں اپنی تعلیم کی تکمیل فرمائی۔ جن بزرگوں سے وہاں آپ نے استفادہ کیا، ان میں حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی قدس سرہٗ، حضرت مولانا اعزاز علی صاحبؒ، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ، حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی اور حضرت مولانا رسول خان صاحب ہزارویؒ بطور خاص قابلِ ذکر ہیں اور اسی زمانہ میں حضرتؒ نے احقر کے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہٗ سے بھی تعلیم حاصل کی۔

حضرت حکیم الامتؒ سے عقیدت و محبت تو بچپن ہی سے تھی، حضرتؒ کی علیگڑھ تشریف آوری کے موقع پر زیارت بھی ہو چکی تھی، لیکن باقاعدہ بیعت اور اصلاحی خط و کتابت کا آغاز دارالعلوم دیوبند میں داخلے کے بعد ہوا، اور چھٹیوں میں تھانہ بھون حاضری کا بھی معمول رہا یہاں تک کہ جس سال آپ دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے، یعنی ۱۵ شعبان ۱۳۵۱ھ اس کے فوراً بعد ۲۹ شوال ۱۳۵۱ھ میں حضرت حکیم الامتؒ کے خلفاء کی فہرست کافی طویل ہے لیکن حضرتؒ نے اپنے زمانۂ علالت میں خاص طور پر گیارہ خلفاء مجازین کے نام شائع فرمائے تھے جن کے بارے میں یہ تصریح فرمائی تھی کہ ان کے طرزِ تعلیم پر مجھے اعتماد ہے۔ ان منتخب خلفاء میں حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب قدس سرہٗ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔

بلکہ یہ امتیاز بھی شاید حضرتؒ والا ہی کو حاصل ہوا کہ حضرت حکیم الامتؒ نے اپنے متعلقین میں سے ایک صاحب کو اس شرط پر اپنی خانقاہ میں آنے کی اجازت دی کہ وہ حضرت مولانا

مسیح اللہ خاں صاحبؒ سے اپنا اصلاحی تعلق قائم کریں، اور ہر ماہ جو خط و کتابت ہو وہ مجھے (یعنی حضرت حکیم الامتؒ کو) دکھایا کریں۔ چنانچہ دو تین سال تک برابر وہ حضرت حکیم الامتؒ کی خدمت میں اپنے خطوط اور حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب قدس سرہٗ کے جوابات پیش کرتے رہے، لیکن حضرت حکیم الامتؒ نے آپ کے کسی جواب پر کوئی گرفت نہیں فرمائی۔

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کی اس خصوصی نظرِ شفقت کا اثر تھا کہ حضرت مولاناؒ کی تعلیم و تربیت کا فیض دُور دُور تک پھیلا۔ حضرت حکیم الامتؒ کے ارشاد پر آپ نے جلال آباد میں قیام فرمالیا تھا اور وہاں مفتاح العلوم کے نام سے ایک مدرسہ کی بناء ڈالی[1]، اور تقریباً نصف صدی تک اسی مدرسہ کو فیض رسانی کا مرکز بنائے رکھا جس میں درس و تدریس، تصنیف و تالیف، وعظ و ارشاد اور مدرسہ کے انتظام و انصرام کی خدمات میں مشغول رہے۔ یہیں پر عرصہ دراز تک صحیح بخاری شریف کا درس بھی دیا جس کی تقریر کا کچھ حصہ شائع بھی ہو چکا ہے۔

جن حضرات نے حضرت موصوفؒ کی زیارت کی ہے اور جلال آباد میں آپ کی مصروفیات کا مشاہدہ کیا ہے، وہ یہ محسوس کئے بغیر نہ رہ سکے ہوں گے کہ حضرتؒ کی زندگی سراپا کرامت ہے۔ احقر کو یہ شرف بالکل آخری دور میں حاصل ہوا جب آپ کے ضعف و علالت کا دور تھا، اور آپ قریبی مسجد تک بھی سہارے سے تشریف لیجاتے تھے، لیکن اس ضعف کے عالم میں بھی معمول یہ تھا کہ تہجد کے وقت سے جو کام میں لگتے تو مغرب کے وقت تک مسلسل کام ہی میں مشغول رہتے۔ فجر کے بعد برائے نام ناشتہ فرماتے، اور پھر مغرب تک کچھ تناول نہیں فرماتے تھے۔ اور فجر کے بعد سے مسلسل اپنی نشست پر دو زانو بیٹھے رہتے، احقر نے کبھی آپ کو چار زانو بیٹھے ہوئے نہیں دیکھا۔ اسی انداز نشست پر بیٹھ کر اہل حاجت کی حاجتیں پوری فرماتے، جس کا جی چاہتا، بیٹھک کی چق اٹھا کر اندر آجاتا، اور اپنی ضرورت بیان کرتا۔ حضرت

[1] یہ مدرسہ پہلے سے قائم تھا مولانا عمر احمد صاحب تھانوی بھی اس میں تعلیم دے چکے ہیں۔

پوری خندہ پیشانی سے اس کا کام کرتے۔ اسی بیچ میں ڈاک سے جواب کا سلسلہ
جاری رہتا، ساری دنیا سے متوسلین کے خطوط آتے تھے، اور ڈاک کے ذریعے
اُن کے باطنی مسائل کا حل تجویز فرمایا جاتا، صبح نو بجے سے مجلس عام شروع ہوتی
اور دو دو، تین تین گھنٹے تک علوم و معارف کے دریا بہتے رہتے۔ اس دوران کوئی اُچھو
بھی نہ کر سکتا تھا کہ حضرتؒ ضعف کے اس عالم میں ہی، بعض اوقات مجلس تین گھنٹے
سے بھی زیادہ طویل ہو جاتی، مگر حضرتؒ پر تعب کے آثار نظر نہیں آتے تھے۔ اس مجلس
میں تفسیرؒ، حدیث، فقہ اور تصوف و طریقت کے وہبی علوم کا ناپیدا کنار سمندر رواں دواں
رہتا تھا۔ اور اس پورے عرصہ میں حضرتؒ کی نشست نہیں بدلتی تھی۔

مجلس کے بعد پھر وہی کاموں کا سلسلہ شروع ہو جاتا، اور نماز کے اوقات کو چھوڑ کر
مغرب تک جاری رہتا تھا۔

تواضع، سادگی اور فنائیت کا یہ عالم تھا کہ اپنے آپ کو دنیا بھر کا خدمت گزار سمجھا
ہوا تھا۔ مدرسہ کے طلبا کی بیماری کی خبر سنتے تو اُن کی نہ صرف بیمار پرسی، بلکہ اپنے
ہاتھوں سے ان کی خدمت کرتے۔ ایک نومسلم طالب علم کی تمام ضروریات کی کفالت
آپ نے اپنے ذمے رکھی تھی، وہ صاحب کچھ عجیب طبیعت کے واقع ہوئے تھے
جب اُن کے جی میں آتا، عین مجلس میں آکر ایسی باتیں حضرتؒ والا سے کہہ دیتے کہ
جو سننے والوں کو گستاخانہ معلوم ہوتیں، دوکانداروں سے قرض کر لیتے، اور پھر آکر
تقاضا کرتے کہ مجھے پیسے چاہئیں، ایک مرتبہ مجلس میں آئے اور کہنے لگے کہ "ہمارے ٹوٹ
گئے ہیں، اور بنوا دیجئے"۔ حضرتؒ نے فرمایا کہ "ابھی تو خرید کر دیئے تھے، تھوڑے سے ٹوٹے
ہوں گے مرمت کرا دی جائیگی"، اس پر انہوں نے کہا کہ "وہ سب چق کے باہر آپ دیکھ لیجئے"۔
اُن کے اس جواب پر حضرتؒ والا مجلس سے اُٹھ کر دھوپ میں باہر تشریف لائے
جہاں بہت سے جوتے رکھے تھے۔ چونکہ آپ کو اُن کے جوتے کی پہچان نہیں تھی، اسلئے
مختلف جوتے اُٹھا اُٹھا کر فرماتے رہے کہ "یہ تمہارے جوتے ہیں؟" اور وہ صاحب اندر ہی
اندر سے انکار کرتے رہے۔ بالآخر جب دیر گذر گئی تو حاضرین میں سے کسی صاحب نے اُن سے کہا

کہ "تم سے اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آگے بڑھ کر دکھلاؤ" اس پر انہوں نے اپنے جوتے دکھائے، اور حضرتؒ نے مرمت کے لئے پیسے دے دیئے۔

کسی نے ان صاحب کے بارے میں حضرتؒ سے عرض کیا کہ یہ صاحب ایسی ہی بے تکی باتیں کرتے رہتے ہیں۔ حضرت والاؒ نے فرمایا کہ "بھائی حضرت تو سب لوگ کہتے ہیں، کوئی ایسا بھی تو ہو جس سے میں اپنے آپ کو سنبھالتا رہوں، اور میری اصلاح ہوتی رہے۔"

ایک مرتبہ حضرت مدرسہ تشریف لیجا رہے تھے، راستے میں ایک بڑے میاں اپنے مکان کے دروازے کے باہر چارپائی پر لیٹے ہوئے کراہ رہے تھے۔ حضرت والاؒ نے اُن سے سلام کے بعد حال دریافت کیا، اُنہوں نے کمر میں درد کی شکایت کی۔ آپؒ نے فرمایا "لائیے میں آپ کی کمر دبا دوں" انہوں نے سختی سے انکار کیا، آپ اس وقت تو مدرسہ تشریف لے گئے لیکن رات کو عشاء کے بعد پھر اُن کے پاس پہنچ گئے، اور اُن کی کمر دبانی شروع کر دی، اور اُن کے انکار پر فرمایا کہ "صبح تو دوسرے حضرات بھی موجود تھے آپ اُن سے شرماتے ہوں گے، لیکن اس وقت کوئی نہیں ہے، اب دبوا لیجئے، آپ کو آرام آ جائے گا۔"

حضرت حکیم الامت قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق قائم ہونے کے بعد آپ پر مخلوقِ خدا پر شفقت کا ایسا خاص حال اس درجہ طاری ہو گیا تھا کہ انسان تو انسان ہیں، جانور اور کیڑوں مکوڑوں کو بھی اپنی ذات سے کوئی ادنیٰ تکلیف پہنچانا بے حد شاق گذرتا تھا۔ یہاں تک کہ موذی حشرات الارض کو بھی اپنے ہاتھ سے مارنے پر قدرت نہ ہوتی تھی۔ جس شخص کی جانوروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو، وہ انسانوں کی تکلیف کا کس درجہ خیال رکھے گا؟ اس کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

حضرت والاؒ کا مستقل قیام اگرچہ جلال آباد میں تھا، لیکن دعوت و ارشاد کے مقصد سے آپ نے اندرون اور بیرون ممالک سفر بھی بہت سے کئے، برصغیر کے علاوہ جنوبی افریقہ، برطانیہ، فرانس، امریکہ، پانامہ، مصر وغیرہ دورے فرمائے، اور اس طرح آپ کا علمی اور روحانی فیض ان تمام علاقوں میں پہنچا اور دنیا کے تمام خطوں میں آپ کے متوسلین اور متعلقین موجود تھے جو خط و کتابت کے ذریعہ آپ سے اصلاحی تعلق قائم کئے ہوئے تھے، ان حضرات کے خطوط کا ایک انبار ہر وقت آپ کے سامنے موجود رہتا اور ہر خط کا جواب

تذکارِ مسیح الامت

از:- مولانا مفتی عبدالقدوس صاحب رومی مفتی مظاہر علوم (وقف) سہارنپور

قسط سوم

مولانا عبدالقدوس صاحب کے تحریر کرنے کے مطابق "تذکار مسیح الامت" کے عنوان کے تحت اس قسط میں بھی مولانا تقی عثمانی کا مضمون درج ہے "آئینہ" کے گذشتہ شمارہ نمبر ۱ جلد ۳ کی سطر ۱۷-۱۸ میں ایک اہم جملہ "اجازت بیعت" کے متعلق چھوٹ گیا تھا یہ جملہ اپنے سباق کے ساتھ اس طرح ہے۔

"جس سال آپ دارالعلوم سے فارغ التحصیل ہوئے (یعنی ۱۵ شعبان ۱۳۵۱ھ) اسی کے فوراً بعد ۲۸ شوال ۱۳۵۱ھ میں حضرت حکیم الامت رح نے آپ کو بیعت کی اجازت بھی مرحمت فرمادی۔

مدیر

حضرت رح کا تذکرہ احقر نے بچپن میں سب سے پہلے اپنے استاذ گرامی قدر حضرت مولانا محمد سلیم اللہ خان صاحب مدظلہم (صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان و مہتمم جامعہ فاروقیہ کراچی) سے سنا۔ جو مدتوں حضرت رح کے مدرسہ میں تدریسی اور انتظامی خدمات انجام دیتے رہے تھے۔ اور بعد میں پاکستان تشریف لے آئے تھے۔ اسی زمانے میں حضرت رح دو ایک مرتبہ کراچی تشریف لائے تو دارالعلوم میں بھی تشریف آوری ہوئی اور حضرت والد ماجد قدس سرہٗ سے ملاقات فرمائی۔ پہلی بار آپ کی زیارت اسی موقع پر ہوئی، ایک انتہائی سادہ اور متواضع وجود، جسمانی اعتبار سے منحنی، لیکن سرخ و سفید چہرہ مبارک پر زہد و عبادت کے انوار، کم گوئی اور فروتنی کی وجہ سے کوئی اندازہ بھی نہ لگا سکتا تھا کہ یہ مشتِ استخوان علوم و معارف کے کتنے دریا سینے میں جذب کئے ہوئے ہے۔ آپ بکثرت لاہور بھی

اور حضرت کے خاص الخاص تلمیذ رشید اور ابتدائی زمانہ کے مسترشدین سے ہیں۔

تشریف لاتے تھے اور اپنے بھانجے اور داماد جناب مولانا وکیل احمد شیروانی صاحب مدظلہم کے یہاں قیام فرماتے تھے۔ وہاں بھی متعدد مرتبہ زیارت کا شرف حاصل ہوا۔ پھر جب احقر کے شیخ و مربی سیدی و سندی حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب عارفی قدس سرہٗ کی وفات ہوئی تو احقر پر ایک عالم حسرت طاری تھا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب قدس سرہٗ جیسے شیخ کامل سے جو فائدہ اُٹھانا چاہیے تھا، میں اپنی نااہلی کی بنا پر نہیں اُٹھاسکا۔ دوسری طرف حضرت ڈاکٹر صاحب قدس سرہٗ کے بعد ایسا محسوس ہوتا تھا کہ جیسے ایک لق و دق صحرا میں تنہا کھڑا رہ گیا ہوں۔

اس موقع پر قلب میں شدت کے ساتھ یہ تقاضا پیدا ہوا کہ حضرتؒ کے بعد اپنی نگرانی اور اصلاح کے لئے حضرت مولانا محمد مسیح اللہ خان صاحب قدس سرہٗ سے اصلاحی تعلق قائم کروں، چنانچہ احقر نے آپ کی خدمت میں اس مقصد کے لئے عریضہ لکھا۔ حضرت والا رح کا جواب ملا کہ۔

"احقر تو خادم ہے، جو چاہے، استقامت کے ساتھ خدمت لے"

اس کے بعد بفضلہٖ تعالیٰ خط و کتابت کے ذریعے حضرت رح سے اصلاحی تعلق تقریباً سات سال قائم رہا، اس دوران اتفاق سے حضرت والا رح کی پاکستان (لاہور) تشریف آوری صرف ایک مرتبہ ہوئی، اس موقع پر بفضلہٖ تعالیٰ حضرت رح کی مجالس میں حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس کے بعد دو مرتبہ احقر بھی جلال آباد حاضر ہوا۔ اور حضرت والا رح کے سایۂ شفقت میں چند روز گزارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔

حضرت رح کی بے پایاں عنایتوں نے ہمیشہ نہال فرمایا۔ جلال آباد کے قیام کے دوران روزانہ حضرت رح کی مجلس میں حاضری کی توفیق ہوئی، اُس زمانے میں حضرتؒ تین تین گھنٹے، بلکہ بعض اوقات اس سے بھی زائد بیان فرماتے، لیکن محویت کا عالم یہ ہوتا کہ یوں محسوس ہوتا جیسے یہ وقت " پلک جھپکتے گزر گیا۔ اور جو علوم و معارف وہاں سننے میں آتے، اُن کے بارے میں اس کے سوا کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ ؏

آتے ہیں غیب سے یہ مضامین خیال میں

احقر کو جسمانی حاضری اور براہِ راست صحبت سے استفادے کا موقع تو بہت کم ملا، لیکن الحمدللہ، مراسلت کے ذریعہ اپنے تقریبًا تمام کاموں میں حضرت رح سے رہنمائی حاصل کرنے کا سلسلہ جاری رہا، خط جانے اور جواب آنے میں کم از کم بیس دن لگ جاتے تھے، لیکن جب ڈاک میں حضرت رح کا مکتوبِ گرامی نظر نواز ہوتا تو ایک عجیب سرور محسوس ہوتا، اور جواب پڑھکر دیر تک سرور طاری رہتا۔

حضرت رح کا ضعف تو عرصہ سے روز افزوں تھا، لیکن معمولات میں فرق نہیں آتا تھا۔ اب چندماہ پہلے معلوم ہوا کہ ضعف اتنا بڑھ گیا ہے کہ مسجد تک بھی نہیں جا پاتے اور مجلس کا سلسلہ بھی منقطع ہوگیا ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ ڈاک کا جواب بھی نہیں لکھ رہے ہیں، بیچ میں کبھی کبھی افاقے کی خبریں بھی آتی رہتیں۔ احقر نے ۱۳ نومبر کو ہندوستان جانے کا ارادہ کیے ہوئے تھا اور جلال آباد حاضر ہونے کا قصد تھا، لیکن اچانک ازبکستان کا سفر پیش آگیا اور ہندوستان کا سفر وہاں سے واپسی پر ملتوی کردیا، لیکن حضرت رح کی زیارت مقدر میں نہ تھی، ازبکستان سے واپسی کے چند ہی دن بعد اچانک حضرتِ والا رح کے وصال کی خبر آئی، جمعرات کا دن گزرنے کے بعد جمعہ کی شب میں حضرت رح نے بلند آواز سے ذکر شروع کیا، اور ذکر کرتے کرتے ہی دنیا سے کوچ فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جمعہ کے دن حضرتِ والا رح کی تجہیز و تکفین ہوئی (سنا ہے کہ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب مدظلہم العالی نے نماز جنازہ پڑھائی ہے)ع

ع غالبًا اس مضمون کی تحریر کے وقت تک حضرت مفتی صاحب کو صحیح اطلاع نہیں مل سکی خدا جانے کس نے یہ بے سرو پا خبر اڑادی تھی حالانکہ حضرت والا کی نماز جنازہ حضرت کے خادم دمسترشد خاص اور تلمیذ رشید جناب مولانا عنایت اللہ صاحب لندنی مدظلہ نے پڑھائی ہے۔ محمد القدوس خبیب رومی